پروفیسر محمد اسلم

شاہ غلام علی دہلوی کے ملفوظات

"درالمعارف" کی تاریخی، دینی اور سماجی اہمیت

(دوسری اور آخری قسط)

شیأ للہ

شاہ غلام علی فرماتے ہیں کہ ایک روز انھوں نے کہا: یا حضرت عبدالقادر جیلانیؒ شیأ للہ۔ فوراً غیب سے یہ آواز آئی: "کہو یا ارحم الراحمین شیأ للہ"[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدرت انھیں شرک سے محفوظ رکھنا چاہتی تھی اور جب ان کی زبان سے جوشِ عقیدت میں ایک شرکیہ کلمہ نکلا تو غیرتِ حق فوراً جوش میں آئی اور انھوں نے ہاتفِ غیبی کو یہ کہتے ہوئے سنا: "کہو یا ارحم الراحمین شیأ للہ۔"

توسیع خانقاہ

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں کی خانقاہ میں جگہ ناکافی تھی اور شاہ غلام علی ارد گرد کے مکانات خانقاہ میں شامل کر کے اس کی توسیع کرنا چاہتے تھے۔ شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ان کے بعد شاہ ابوسعید یہاں حلقہ کرائیں گے۔ اس کے علاوہ وہ حدیث اور تفسیر کا درس دیں گے، اس لیے زیادہ ضرورت پڑے گی۔ علاوہ بریں لوگ دور دور سے یہاں آتے ہیں اور انھیں رہنے کو جگہ نہیں ملتی[2]۔

صوفی کی تعریف

شاہ غلام علی فرماتے ہیں کہ صوفی کو چاہیے کہ دنیا و آخرت کو پس پشت ڈال کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے کوئی سروکار نہ رکھے[3]۔ شاہ صاحب نے ایک مجلس میں فقیر کا مطلب بتاتے ہوئے فرمایا کہ فقیر چار لفظوں سے مل کر بنا ہے اور جوان پر عامل ہے،

---

[1] شاہ رؤف احمد، درالمعارف، ص ۴۵
[2] ایضاً، ص ۴۶
[3] ایضاً، ص ۴۷

وہی فقیر ہے۔ ف : فاقہ کشیدن ؛ بتوکل نشستن۔ ق : قناعت کردن در شتۂ جستجو گسستن۔ ی : یاد یزدان ؛ فراموشی از ہر دو جہان۔ ر : ریاضت کردن و مجاہدہ نمودن[۵۴]

مرد باتمیز کی پہچان

شاہ غلام علیؒ فرماتے ہیں کہ مرد باتمیز کی یہ پہچان ہے کہ اس کی دو چیزیں شکستہ اور دو درست ہوتی ہیں۔ اس کا دل اور پیر شکستہ ہوتے ہیں اور اس کا دین اور یقین درست ہوتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر اس کا دل آرزو سے خالی ہوتا ہے اور اس میں سوائے اپنے مولا کی تمنا کے اور کچھ موجود نہیں ہوتا۔ اس کے پاؤں شکستہ ہوتے ہیں، کیونکہ وہ ماسوی کی تلاش اور جستجو کے لیے نہیں نکلتا۔ اس کا دین درست ہوتا ہے کیونکہ وہ موافق شریعت اور سنت ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کا یقین درست ہوتا ہے کیونکہ اس کی اساس حقیقت اور معرفت پر ہوتی ہے[۵۵]

شاہ صاحب نے ایک مجلس میں فرمایا کہ مردوں کی چار قسمیں ہوتی ہیں۔ اولاً : نامرد، جو دنیا کے طالب ہوتے ہیں۔ ثانیاً : مرد، جو دنیا اور آخرت دونوں کے طالب ہوتے ہیں۔ ثالثاً : مرد، جو آخرت کے ساتھ دیدارِ خدا کے بھی طالب ہوتے ہیں۔ رابعاً : جواں مرد، جو آخرت میں صرف خدا کے دیدار کے طالب ہوتے ہیں اور دنیا و آخرت سے کوئی تعلق نہیں رکھتے[۵۶]

فنا کی حقیقت

شاہ غلام علی فرماتے ہیں کہ قدما کے نزدیک فنا سے مراد بے شعوری ہے اور عدم بے شعوری کا نام انھوں نے فناء الفناء رکھا ہے۔ بالفاظ دیگر جب ماسویٰ اللہ کا شعور دل سے محو ہو جائے تو سالک کو فنا حاصل ہو جاتی ہے[۵۷] اسی ضمن میں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ امام غزالی کے نزدیک فنا سے مراد رذیل خصائل کے گم ہونے کا نام ہے[۵۸]

زیارتِ قبور اور شاہ غلام علیؒ

در المعارف کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ صاحب اولیائے دہلی کے مزارات کی زیارت

---

۵۴ شاہ رؤف احمد، ص ۶-۵ ۵۵ ایضاً، ص ۴۲

۵۶ ایضاً، ص ۹۰ ۵۷ ایضاً، ص ۸۶ ۵۸ ایضاً، ص ۵۰

کو جایا کرتے تھے۔ شاہ رؤف احمد نے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور حضرت نظام الدین اولیا کے مزارات پر شاہ غلام علی کی حاضری کا ذکر کیا ہے۔[۹] ایک دوسرے موقع پر جامع ملفوظات لکھتے ہیں کہ شاہ غلام علی کبھی کبھی خواجہ باقی باللہ کے مزار پر بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔[۱۰]

حضرت شاہ غلام علی کا یہ معمول تھا کہ موصوف بزرگوں کے یوم وفات پر کھانا پکوا کر غریبوں اور محتاجوں کو کھلایا کرتے تھے۔ شاہ رؤف احمد لکھتے ہیں کہ شاہ صاحب نے ان کی موجودگی میں حضرت علیؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ اور شیخ محمد عابدؒ کے ایصالِ ثواب کے لیے کھانا پکوا کر تقسیم کیا تھا۔[۱۱]

نصابِ زکوٰۃ

شاہ غلام علی کی مجلس میں زکوٰۃ کا مسئلہ زیرِ بحث آیا تو موصوف نے فرمایا کہ زکوٰۃ ایک سال کے بعد واجب ہوتی ہے لیکن انھیں جب بھی کہیں سے کوئی رقم ملتی ہے موصوف اسی وقت اس کی زکوٰۃ نکال دیتے ہیں۔ اسی ضمن میں انھوں نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر شبلیؒ سے کسی نے زکوٰۃ کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ شریعت کے مطابق سو روپے پر سال گزر جانے کے بعد ڈھائی روپے زکوٰۃ ہوگی لیکن ان کے نزدیک ڈھائی روپے بھی مستحقین میں تقسیم کر دیں اور سو روپے بھی۔[۱۲]

شاہ غلام علی اور سماع

ایک چشتی بزرگ نے حضرت خواجہ مودودؒ چشتی کے عرس کی تقریبات میں شرکت کے لیے شاہ صاحب کو دعوت نامہ بھیجا تو آپ نے کہا:

ما در جائیکہ مجلس سماع و وجد و تواجد باشد ہرگز نرویم اگر فاتحہ بزرگے از بزرگانِ دین باشد۔

ہم ایسی جگہ جہاں مجلس سماع، وجد اور تواجد ہو، ہرگز نہیں جائیں گے خواہ وہاں بزرگانِ دین میں سے کسی بزرگ کی فاتحہ ہی کیوں نہ ہو۔

اس کے بعد انھوں نے فرمایا "یا اللہ مجھ سے کون سی ایسی خطا سرزد ہوئی ہے کہ آج علی الصبح

---

[۹] شاہ رؤف احمد: درالمعارف، ص ۷۱
[۱۰] ایضاً، ص ۵۵-۵۷
[۱۱] ایضاً، ص ۲۲۷
[۱۲] ایضاً، ص ۲۱

مجھے ایک مجلس بدعت میں بلایا گیا ہے۔[۱۳]

شاہ رؤف احمد نے ایک مجلس میں شاہ غلام علی کو یہ فرماتے سنا کہ سماع ولایت قلبی میں ترقی کا باعث ہوتی ہے لیکن ولایاتِ عالیہ میں تلاوت قرآن پاک، درود خوانی اور کثرت نوافل ترقی کا موجب ہوتی ہے[۱۴] شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک بار " حضرت پیر طریقت ہادی حقیقت قطب بحری دکوہی حضرت خواجہ عبدالقدوس گنگوہیؒ " کی توجہ حرمتِ سماع کی طرف مبذول کرائی گئی تو انھوں نے فرمایا کہ سماع کی حرمت کا سبب یہ ہے کہ سماع کے دوران قلب کا میلان فسق کی طرف ہوجاتا ہے لیکن ان کا رجوع حق کی طرف ہوتا ہے۔ اس صورت میں جب حرمت کا سبب ہی موجود نہیں تو پھر حرمت کیونکر ہوگی ؟[۱۵]

شاہ غلام علی اور ہنود

جامع ملفوظات رقم طراز ہیں کہ ایک روز جب وہ شاہ صاحب کی مجلس میں پہنچے تو اس وقت وہاں مرزا مظہر جان جاناںؒ کے مکتوبات کا درس ہو رہا تھا۔ مرزا صاحب نے ایک موقع پر ہندوؤں کے مذہب کی بنیاد اور ان کی چاروں کتابوں کا ذکر فرمایا ہے۔ مرزا صاحب کی تحقیق کے مطابق یہ الہامی کتابیں تھیں اور انھوں نے ایک کتاب میں " معارف " کی نشان دہی بھی کی ہے۔ مرزا صاحب کی تحریر پڑھ کر شاہ غلام علی نے فرمایا کہ اپنے پیر و مرشد کے کلام پر حرف گیری کرنا کمال بے ادبی ہے لیکن ان کے نزدیک ان کی کتابوں میں معارف نہیں پائے جاتے[۱۶] اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ صاحب اپنے پیر و مرشد کی نسبت ہندوؤں کے بارے میں سخت رویہ رکھتے تھے۔

شاہ صاحب نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ چرن داس نامی ایک ہندو زاہد تھا اور وہ ترک و تجرید میں ثابت قدم تھا۔ ایک بار اس کا ایک معتقد ہر قدم پہ ماتھا ٹیکتا ہوا کئی ماہ میں اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ انھوں نے خود اسے یہ مسافت طے کرتے ہوئے دیکھا تھا اور موصوف اس کے مجاہدے سے بڑے حیران ہوئے تھے۔ شاہ صاحب ابھی اتنا ہی کہنے پائے

---

[۱۳] شاہ رؤف احمد، درالمعارف، ص ۱۴۱-۱۴۲ [۱۴] ایضاً، ص ۴۴
[۱۵] ایضاً، ص ۴۰-۴۴ [۱۶] ایضاً، ص ۶۵

کہتا تھا ایک دن ان کے دل میں کیا خیال آیا اور انھوں نے استغفار پڑھتے ہوئے فرمایا کہ ہم صوفیوں کی عبادات کا ذکر نہیں کرنا چاہیے۔ بعد ازاں انھوں نے تین بار کلمہ طیبہ پڑھا اور اس کے بعد وہ شریعت پر چلتے گئے

حضرات حسنین کا صحیح مقام

شاہ رؤف احمد لکھتے ہیں کہ ایک روز میر قمرالدین سمرقندی نے شاہ غلام علیؒ سے دریافت کیا کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے یا تابعین میں سے؟ شاہ صاحب نے فرمایا ان کا شمار چھوٹے درجے کے صحابہ میں ہوتا ہے۔

خصوصیات مذاہب اربعہ

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ چاروں مذاہب کی الگ الگ خصوصیات ہیں۔ مثلاً حنفی مذہب میں ہدایہ جیسی عظیم کتاب موجود ہے جو کسی دوسرے مذہب میں نہیں ہے۔ شافعی مذہب میں امام غزالیؒ جیسا فاضل موجود ہے اور حنبلی مذہب میں سید عبدالقادر جیلانیؒ جیسا بزرگ موجود ہے۔ مالکی مذہب میں امام مالکؒ جیسی شخصیت موجود ہے جو آیاتِ الٰہی میں سے ایک آیت تھے۔

حنفی مذہب

شاہ غلام علی فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی، امام ابوحنیفہؒ کے مقلد تھے، لیکن اس کے باوجود موصوف امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔ ایک روز انھوں نے امام ابوحنیفہ کو خواب میں دیکھا تو انھوں نے خواجہ صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ان کے مذہب میں بڑے بڑے اولیا ہو گزرے ہیں اور ان میں سے کسی نے بھی امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھی۔ اس واقعہ کے بعد خواجہ صاحب نے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنی ترک کر دی۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ کسی نہ کسی امام کی تقلید لازمی ہے لیکن امام ابوحنیفہ کی پیروی بہتر ہے کیونکہ ایک امت کثیر اسی مسلک پر گامزن ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ تین چوتھائی امت کا مذہب حنفی ہے اور ایک چوتھائی امت بقیہ تین آئمہ کی تقلید کرتی ہے۔ شاہ صاحب اپنے مریدوں سے کہا کرتے تھے: پیروی مذ

شمس کمالات مظہر، درالمعارف۔ ص ۱۳۳

ایضاً ص ... ارشاد الطالبین

ایضاً ص ...

مسائل جزئیات بمذہب حنفی اولیٰ است[۲۰]

شاہ غلام علی اپنے مریدوں سے کہا کرتے تھے کہ ایک حنفی کے لیے اپنے پاس مؤطا امام محمدؒ رکھنی ضروری ہے کیوں کہ اس کتاب میں امام موصوف نے اپنے مذہب کی تائید میں "اخبار صریح اور آثار صحیح" جمع کیے ہیں۔[۲۱]

حضرت مجدد الف ثانی

ایک روز ایک شخص شاہ غلام علی کی مجلس میں کہنے لگا کہ حضرت مجدد الف ثانی ہندوستان کے تمام اولیا سے افضل ہیں۔ اس کی بات سن کر شاہ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ وہ کرۂ ارض کے اولیا سے افضل ہیں۔[۲۲] جامع ملفوظات رقم طراز ہیں کہ ایک روز ایک شخص شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور گفتگو کے دوران کہنے لگا کہ شیخ احمد کے مکتوبات میں اس طرح لکھا ہے۔ شاہ صاحب نے پوچھا کون شیخ احمد؟ اس نے کہا کہ شیخ احمد سرہندی۔ شاہ غلام علی نے فرمایا "میری مجلس سے نکل جاؤ۔ میرے سامنے میرے پیر کی اس طرح بے ادبی کرتے ہو۔" چنانچہ اس شخص کو مجلس سے نکال دیا گیا۔[۲۳]

شاہ صاحب نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی کا ذکر کس طرح کیا جا سکتا ہے؟ ان کی ذاتِ گرامی ان سے پہلے ہزار سال میں گزرنے والے تمام اولیاء اللہ کے برابر ہے۔[۲۴] ایک روز شاہ رؤف احمد حاضر خدمت ہوئے تو اس وقت شاہ غلام علی حضرت مجدد الف ثانی کے فضائل بیان کر رہے تھے۔ شاہ صاحب نے اثنائے گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی "ہموزن اولیاء ہزار سالہ" ہیں۔[۲۵] ایک روز شاہ صاحب نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات آپ کے نام کی برکت سے ہزار سال بعد حضرت مجدد الف ثانی کی ذات میں جلوہ گر ہوئے ہیں۔[۲۶] ایک بار شاہ صاحب نے ایک مجلس میں حضرت خواجہ باقی باللہ کا یہ مشہور قول سنایا "شیخ احمد آفتاب ہے اور ہمارے

---

۲۰ شاہ رؤف احمد: درالمعارف، ص ۲۰۲ — ۲۱ ایضاً، ص ۱۴۵

۲۲ ایضاً، ص ۲۴۴ — ۲۳ ایضاً، ص ۴۷

۲۴ ایضاً، ص ۳۲ — ۲۵ ایضاً، ص ۳۶ - ۳۷ — ۲۶ ایضاً، ص ۳۲

جیسے ہزاروں ستارے اس کی روشنی میں گم ہیں۔ شیخ احمد کے معارف انبیائے کرام کے معارف جیسے ہیں۔"[۲۷]

جامع ملفوظات تحریر کرتے ہیں کہ ایک روز شاہ غلام علی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت موصوف مکتوباتِ امام ربانی کا درس دے رہے تھے۔ اسی طرح دو اور موقعوں پر بھی انھوں نے مکتوبات کے درس کا ذکر کیا ہے۔ شاہ صاحب مکتوبات امام ربانی کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ زمین و آسمان میں عرفانِ یزداں میں حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات جیسی اور کوئی کتاب نہیں ہے۔[۲۸]

شاہ صاحب نے ایک مجلس میں حاضرین کو بتایا کہ حضرت مجدد الف ثانی نے جو معارف بیان فرمائے ہیں امتِ مسلمہ میں سے کسی دوسرے بزرگ نے ان کا اظہار نہیں فرمایا۔ شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مکتوبات کو سمجھنے میں ان کا ایسا ہی معاملہ ہے جیسا ایک عجمی اور اُمّی قرآن پاک کھول کر الفاظ پر انگلی رکھ کر یہ کہتا جائے: الٰہی راست گفتی، راست گفتی درسفتی۔[۲۹]

شاہ رؤف احمد لکھتے ہیں کہ شاہ غلام علی مکتوبات امام ربانی کو پیر کامل سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے "این ہم بجائی پیر است۔"[۳۰] شاہ غلام علی سے روایت ہے کہ حضرت آدم بنوڑی نے حضرت مجدد الف ثانی کے احوال تحریر فرمائے تھے۔ اس کتاب میں انھوں نے ایک موقع پر یہ تحریر فرمایا تھا:

از توجہ اکابران طریقت در دل سالک توجہی پیدا می شود و از توجہ مرشد من زوال توجہ از دل من می شود[۳۱]

اکابران طریقت کی توجہ سے سالک کے دل میں توجہ پیدا ہوتی ہے لیکن میرے مرشد کی توجہ سے دل سے توجہ زائل ہو جاتی ہے۔

خدا ہی جانتا ہے کہ اس کتاب میں حضرت آدم بنوڑی نے کیسے کیسے موتی رولے ہوں گے۔ اب یہ کتاب ناپید ہو چکی ہے اور اگر اس کا کوئی نسخہ کہیں سے دریافت ہو جائے تو حضرت مجدد الف ثانی کے روحانی کمالات کو سمجھنے میں ممد و معاون ثابت ہو۔

---

۲۷ شاہ رؤف احمد، درالمعارف، ص ۱۰

۲۸ ایضاً، ص ۱۱۶

۲۹ ایضاً، ص ۹۰

۳۰ ایضاً، ص ۴۸

۳۱ ایضاً، ص ۸۴

بوعلی سینا

شاہ غلام علی فرماتے ہیں کہ ایک روز انھوں نے حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات کا مطالعہ کیا اور ان کی برکت سے بڑا فیض پایا۔ بعد ازاں انھوں نے شاہ ولی اللہ محدث کی ایک کتاب پڑھی جس سے اسرار ملکوت ان کے دل پر وارد ہوئے۔ اس کے بعد انھوں نے امام غزالی کی احیاء العلوم پڑھی تو ان کے دل پر فیضِ ملکوت ظاہر ہوا۔ ایک روز انھوں نے بوعلی سینا کی ایک کتاب مطالعہ کے لیے اٹھائی تو ابھی ایک صفحہ بھی پڑھنے پائے تھے کہ ان کے قلب پر تاریکی چھانے لگی۔ انھوں نے وہ کتاب رکھ دی اور کلمۂ شہادت پڑھ کر اس تاریکی کو دور کرنے میں مصروف ہو گئے۔[۱۳۳]

شیخ عبد القادر جیلانیؒ

درالمعارف میں متعدد بار حضرت عبد القادر جیلانی کا ذکر آیا ہے۔ شاہ صاحب کے آباؤ اجداد سلسلۂ قادریہ میں بیعت تھے۔[۱۳۴] شاہ صاحب کے والد بزرگوار انھیں اپنے مرشد شاہ ناصر الدین سے بیعت کرانا چاہتے تھے لیکن جس روز شاہ غلام علی بٹالہ سے دہلی پہنچے اسی روز شاہ ناصر الدین انتقال کر گئے۔ شاہ غلام علی اگرچہ نقشبندی سلسلے سے وابستہ تھے لیکن انھیں حضرت عبد القادر جیلانی کے ساتھ بڑی عقیدت تھی اور یہی وجہ ہے کہ ان کے ملفوظات میں موصوف کا بار بار ذکر آتا ہے۔

خواجہ معین الدین اجمیری

یہ واقعہ اکثر تذکروں میں دیکھنے میں آیا ہے کہ خواجہ معین الدینؒ اپنے بیٹوں کے اصرار پر حصولِ ارض کے لیے سلطان شمس الدین التتمش سے ملنے دہلی تشریف لے گئے تھے۔ شاہ غلام علیؒ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ خلافِ عقل معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب جیسا تارک الدنیا بزرگ کسی کے دروازے پر جانے کے لیے کس طرح آمادہ ہو گیا اور زمین لے کر کیسے راضی ہو گیا؟[۱۳۵]

حضرت نظام الدین اولیا اور سماع

شاہ غلام علی فرماتے ہیں کہ حضرت نظام الدین اولیا کی مجلس میں سماع کے وقت مزامیر، مستورات اور بے ریش نوجوان موجود نہیں ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں ان کے ہاں سماع کے دوران تالی بجانے کی

۱۳۳۔ شاہ رؤف احمد، درالمعارف، ص ۳۴۴ ۱۳۴۔ ایضاً، ص ۴۵ ۱۳۵۔ ایضاً، ص ۹۰

حلال تھی۔ اس طرح کی سماع شریعت میں جائز ہے۔ شاہ صاحب سے روایت ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاء فرمایا کرتے تھے کہ کاش ان کا انتقال سماع سنتے ہوئے ہو۔ شاہ غلام علی فرماتے ہیں کہ اہل سماع وہ لوگ ہیں جو اللہ کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور غیر اللہ سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ وہ جو کچھ بھی سنتے ہیں اسے حق کی طرف سے سمجھتے ہیں۔ ان کی نظروں سے "غیریت" اٹھ جاتی ہے۔

شاہ سعد اللہ گلشن

شاہ گلشن صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے اور اپنے زہد و ریاضت کے لیے دور دور تک مشہور تھے۔ ان کے استغنا کا یہ عالم تھا کہ انھوں نے تیس سال ایک ہی کمبل میں گزار دیے تھے۔ شاہ غلام علیؒ فرماتے ہیں کہ وہ تین روز بعد موصوف بازار سے گرے پڑے خربوزے اور تربوز کے چھلکے جمع کراتے اور انھیں دھو کر تناول فرماتے تھے۔ ان کی رہائش جامع مسجد میں تھی اور جب انھیں پیاس لگتی تو حوض سے پانی کے دو تین چلو پی لیتے تھے۔ ایک روز ایک فاحشہ عورت، جو بڑے اچھے کپڑے پہنے اور بناؤ سنگھار کیے ہوئے تھی کھڑکی سے باہر جھانک رہی تھی۔ شاہ گلشن کے معتقدین نے ان سے کہا کہ اسے توجہ دیں۔ شاہ گلشن نے ان کی بات پر کوئی توجہ نہ دی۔ ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ عورت سر منڈائے اور کفنی پہنے ہوئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس نے شاہ گلشن کے ہاتھ پر توبہ کی اور ان کے حلقۂ مریدی میں داخل ہو گئی۔

شاہ غلام علی سے روایت ہے کہ ایک روز شاہ گلشنؒ تشریف فرما تھے کہ ایک غیر مسلم اُدھر آ نکلا۔ شاہ گلشن اسے دیکھ کر احتراماً کھڑے ہو گئے۔ ایک غیر مسلم کا اس قدر احترام دیکھ کر حاضرین بڑے حیران ہوئے۔ جب وہ غیر مسلم قریب آیا تو شاہ صاحب نے اس سے پوچھا "تم سے میرے مرشد کی خوشبو آ رہی ہے۔" اس نے عرض کیا کہ اس کے پاس ایک کتاب کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ شاہ گلشن نے وہ کتاب لے کر کھولی تو اس میں ان کے مرشد حضرت عبدالاحد کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر موجود تھی۔

شاہ رؤف احمد، درالمعارف، ص ۷

ایضاً، ص ۶ — ۲۷ ایضاً، ص ۶

ایضاً، ص ۱۷ — ۲۹ ایضاً، ص ۱۳۳

شاہ ابوسعید مجددی

شاہ ابوسعیدؒ شاہ غلام علی کے لاڈلے مرید، خلیفہ اور جانشین تھے۔ شاہ صاحب ان کے ساتھ بڑی شفقت اور مہربانی سے پیش آتے تھے۔ اگر کوئی شخص ان پر اس قدر شفقت اور عنایت کا سبب پوچھتا تو موصوف فرماتے کہ ابوسعید صاحب اجازت وخلافت تھے اور ان کے پانصد مرید تھے۔ وہ سب کو چھوڑ کر اپنے مرشد کی زندگی ہی میں ان کے پاس چلے آئے تھے، اس لیے ان پر خاص لطف وعنایت کیوں نہ کریں؟[۴۰]

شیخ ابن عربیؒ

شاہ غلام علی فرماتے ہیں کہ انھیں اس بات کا یقین ہے کہ طائفہ وجودیہ کے سرخیل حضرت محی الدین اکبر ابن عربی، حضرت مجدد الف ثانی کی توجہ سے اس "مقام تنگ" سے ترقی کر کے اعلیٰ مقام تک پہنچ جائیں گے۔[۴۱]

حضرت آدم بنوڑی

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت آدم بنوڑی جس شخص کو بیعت کرتے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہی اسے فنا قلبی تک پہنچا دیتے تھے۔ ایک بار ایک فاسق نے مرید ہونے کی خواہش ظاہر کی تو انھوں نے فرمایا کہ پہلے اپنا ظاہر سنت کے مطابق بنا کر آؤ پھر تمھاری بیعت لوں گا۔ وہ شخص بے دل ہو کر ان کی خانقاہ سے لوٹ گیا۔ اس کی واپسی کے بعد انھیں القا ہوا کہ انھوں نے ایک طالب خدا کو اپنے دَر سے محروم لٹا دیا ہے۔ حضرت نے فوراً ایک شخص کو اس کی تلاش میں دوڑایا اور اسے فوراً ان کی خدمت میں پہنچنے کا پیغام دیا۔ اس شخص نے شیخ سے ملنے سے انکار کر دیا۔ حضرت نے ایک دوسرے شخص کو بلانے بھیجا لیکن اس نے حسب سابق آنے سے انکار کر دیا۔ حضرت نے ایک اور شخص کو طلب کیا اور اسے ہدایت کی کہ وہ اس کے کان میں "اللہ" کہہ دے۔ حضرت کا حکم ملتے ہی وہ شخص بھاگا بھاگا اس کے پاس گیا اور اسے کہا کہ وہ چپکے سے اس کی بات سن لے۔ جب اس نے اپنا کان قریب کیا تو قاصد نے کہا کہ شیخ نے "اللہ" کہا ہے۔ اللہ کا نام سنتے ہی وہ شخص بے تاب ہو گیا اور

---

[۴۰] شاہ رؤف احمد: دُر المعارف، ص ۷۵ [۴۱] ایضاً، ص ۱۵۴

گرتے پڑتے حضرت کی خدمت میں پہنچا۔ شاہ غلام علی فرماتے ہیں کہ حضرت نے اس سے بیعت لی اور اسے "ولایتِ نقشبندی" حاصل ہو گئی[۴۲] شاہ غلام علی نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ جب حضرت آدم بنوڑی حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ پہنچے تو مسجد قبا سے مسجد نبوی تک ہر قدم پر دوگانہ ادا کرتے ہوئے پہنچے تھے[۴۳]

خواجہ محمد زبیر

شاہ غلام علی سے روایت ہے کہ خواجہ محمد زبیر سرہندیؒ نماز مغرب کے بعد اوّابین کے نوافل ادا فرماتے اور ان نوافل میں دو پارے تلاوت فرماتے۔ اوّابین سے فراغت کے بعد موصوف حلقہ کرتے اور مریدوں کو توجہ دیتے۔ بعد ازاں آپ گھر تشریف لے جاتے اور وہاں عورتوں کو توجہ دیتے۔ نصف شب کے بعد خواجہ صاحب چند گھڑی آرام فرماتے اور بیدار ہو کر تہجد کی نماز ادا فرماتے۔ تہجد کے نوافل میں موصوف چالیس اور کبھی ساٹھ مرتبہ سورۂ یٰسین تلاوت فرماتے۔ تہجد سے لے کر چاشت کی نماز تک موصوف مراقبہ فرماتے اور اگر طبیعت چاہتی تو حلقہ بھی کرتے تھے۔ چاشت کے بعد خواجہ صاحب قیلولہ فرماتے اور بیدار ہو کر زوال کے نفل ادا فرماتے۔ ان نوافل میں بڑی لمبی قرأت فرماتے۔ یہ عمل چار گھڑی جاری رہتا تھا۔ بعد ازاں موصوف ختم خواجگان پڑھتے اور نماز ظہر کے بعد تلاوت فرماتے تھے۔ تلاوت سے فراغت کے بعد کھانا تناول فرماتے۔ یہی کھانا رات دن کے لیے کافی ہوتا تھا۔ کھانے کے بعد آں جناب عصر کی نماز ادا فرماتے اور نماز سے فارغ ہو کر مشکوٰۃ شریف یا مکتوبات امام ربانی کا درس دیتے تھے۔

خواجہ محمد زبیر گھر سے مسجد آتے تو راستے میں امرا اپنے دوشالے زمین پر بچھاتے اور ان کے قدم زمین پر نہ پڑنے دیتے۔ اگر کبھی کسی کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو ان کی سواری شاہانہ انداز سے نکلتی تھی۔ ایک بار خواجہ صاحب کی سواری جامع مسجد کے نیچے سے گزری تو شاہ گلشن نے دیکھا کہ ایک پالکی میں کوئی صاحب سوار ہیں اور ان کی پالکی کے پیچھے کئی پالکیاں جا رہی ہیں۔ ان پالکیوں کے ساتھ لوگوں کا ہجوم تھا۔ شاہ گلشن نے دیکھا کہ جو پالکی سب سے آگے ہے اس پالکی سے لے کر

۴۲۔ شاہ رؤف احمد: درالمعارف، ص ۹۹-۹۸ ۴۳۔ ایضاً، ص ۱۰۷

آسمان تک نور ہی نور نظر آرہا ہے اور گلی کوچے اس نور سے پُر ہیں۔ شاہ گلشن اس وقت ایک کمبل
اوڑھے ہوئے تھے۔ انھوں نے اس کمبل میں تیس سال گزارے تھے۔ موصوف نے حاضرین سے
کہا کہ یہ کیا سبب ہے کہ اس کمبل میں وہ انوار نظر نہیں آتے جو اس امیر کی پالکی میں نظر آرہے ہیں۔ شاہ
گلشنؒ کے قریب کھڑے ہوئے ایک شخص نے ان کی بات سن کر کہا کہ یہ خواجہ محمد زبیر کی سواری جا رہی
ہے۔ شاہ گلشن نے اس کی بات سن کر فرمایا "الحمد للہ۔ وہ ہمارے پیرزادے ہیں۔ ہماری آبرو
رہ گئی ہے"۔ موصوف نے اپنے مریدوں کو خواجہ صاحب کی خدمت میں فیض حاصل کرنے کے لیے بھیجا
اور یہ اعلان کیا کہ جب تک خواجہ صاحب یہاں موجود ہیں، ان کے لیے مرید کرنا جائز نہیں ہے[۳۴]
شاہ رؤف احمد رقم طراز ہیں کہ شاہ غلام علی خواجہ محمد زبیر کے کمالات کے معترف تھے اور ان کے مرید
ان کی اجازت سے خواجہ صاحب کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے[۳۵]

خانوادہ شاہ ولی اللہ سے تعلقات

جامع ملفوظات اس بات کے شاہد ہیں کہ شاہ غلام علی کی شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین کے
ساتھ صحبت رہتی تھی اور موصوف ان کے ساتھ علمی مسائل پر گفتگو فرمایا کرتے تھے[۳۶] شاہ غلام علی
کو شاہ عبدالعزیز سے تلمذ تھا اور اس کے باوجود شاہ عبدالعزیز ان کا بڑا احترام کیا کرتے تھے۔
شاہ صاحب اپنے شاگرد رشید کی علمیت کے بھی معترف تھے۔[۳۷] شاہ عبدالعزیز کے تلامذہ جب نصاب
تعلیم مکمل کر لیتے تو موصوف انھیں روحانی اور اخلاقی تعلیم و تربیت کے لیے کچھ عرصے کے لیے شاہ
غلام علی کی خدمت میں بھیج دیا کرتے تھے

شاہ ولی اللہ سے اختلاف

شاہ غلام علی فرماتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ نے شیخ محی الدین ابن عربیؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ
کے نظریۂ وحدت الوجود اور نظریۂ وحدت الشہود میں جو تطبیق کی ہے اس میں ان سے خطا ہوئی ہے۔
شاہ ولی اللہ نے حال کو قال بنا کر معارف کشفیہ کو علمی بحث بنا دیا ہے۔ جبکہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے

---

[۳۴] شاہ رؤف احمد، درالمعارف، ص ۱۱۹-۱۱۸ — [۳۵] ایضاً، ص ۹۵
[۳۶] ایضاً، ص ۴۰۸ — [۳۷] ایضاً، ص ۱۳۳

معارف سے فیض یاب ہوئے ہیں ان کا یہ تجربہ ہے کہ ابتدا میں توحید وجودی ظاہر ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر ان پر لطیفۂ قلب کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں اور بعد ازاں جب وہ لطیفۂ نفس کے اسرار سے واقف ہوتے ہیں تو ان پر توحید شہودی منکشف ہوتی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی کے معارف ان دونوں مقامات سے ماورا ہیں۔ شاہ غلام علی فرماتے ہیں کہ ابن عربی کے معارف اگر قطرہ ہیں تو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے معارف کو دریائے محیط کہا جا سکتا ہے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر ابن عربی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ہم عصر ہوتے اور ان کی زبان سے یہ معارف سنتے اور سمجھتے تو موصوف ان سے فیض یاب ہوتے[۵۱]

ہیر رانجھا

شاہ غلام علی کا بچپن پنجاب کی فضا میں گزرا تھا اور انھوں نے ہیر رانجھے کا قصہ ضرور پڑھا ہوگا۔ شاہ رؤف احمد فرماتے ہیں کہ ایک روز شاہ صاحب نے ہیر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ حضرت بہاءالدین زکریا کی مرید تھی۔ ایک روز حضرت زکریا نماز ادا کر رہے تھے کہ ہیر اُن کے آگے سے گزری۔ نماز سے فراغت کے بعد حضرت زکریا نے ہیر سے کہا کہ جس وقت موصوف نماز ادا کر رہے تھے تو اس وقت وہ ان کے سامنے سے گزری تھی۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے، اس لیے اسے آئندہ ایسا نہ کرنا چاہیے۔ حضرت زکریا کی بات سن کر ہیر نے کہا "سبحان اللہ میں ایک بندے کے عشق میں اتنی بے ہوش تھی کہ مجھے آپ کا اور آپ کی نماز کا خیال تک نہ رہا۔ آپ تو خدا کے عاشق کہلاتے ہیں اور عین حضور کے وقت سامنے سے گزرنے والے کا خیال بھی رکھتے ہیں"۔ ہیر کی بات سن کر حضرت زکریاؒ شرمندہ ہوئے اور انھوں نے اپنا گریبان چاک کرتے ہوئے ہیر کو مخاطب کر کے فرمایا "میں تیرے حق میں دعا کرتا ہوں تو واصل حق ہوگی"۔ ہیر نے جواب میں کہا "اگر یہی بات ہے اور آپ میں روحانی طاقت ہے تو مجھے رانجھے تک پہنچا دیں"[۵۲]

حضرت بہاءالدین زکریا اور ہیر کے مکالمات بڑے دلچسپ ہیں اور صاحب دل لوگوں کے لیے تازیانے کا حکم رکھتے ہیں۔

ہماری تحقیق کے مطابق ہیر لودھیوں کی ہم عصر تھی اور حضرت بہاءالدین زکریا کو انتقال کیے اس[۵۳]

---

۵۲ شاہ رؤف احمد: درالمعارف، ص ۱۵۵ ۵۳ ایضاً، ص ۱۶۰

وقت دو صدیاں گزر چکی تھیں۔ پتا نہیں کہ شاہ غلام علی نے یہ کہاں سے سن لیا تھا کہ بیبی حضرت بہاء الدین زکریا کی مرید اور ملوک سلاطین کی ہم عصر تھی۔

شاہ غلام علی کی ایک نادر تصنیف

درالمعارف کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوا کہ شاہ صاحب نے "رسالہ مراقبات" کے عنوان سے ایک تصنیف اپنی یادگار چھوڑی ہے۔ شاہ رؤف احمد نے یہ مختصر سا رسالہ درالمعارف میں شامل کر دیا۔

ثقافت ہندوستان میں

مولانا عبدالمجید سالک

اس کتاب میں بڑی وضاحت اور خوش اسلوبی کے ساتھ یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں نے برصغیر پاک و ہند کو گزشتہ ایک ہزار سال کی مدت میں کن برکات سے آشنا کیا اور اس قدیم ملک کی تہذیب و ثقافت پر کتنا وسیع اور گہرا اثر ڈالا۔ مسلم ثقافت کی بنیادیں کن اصول و عقائد اور اقدار و معیارات پر قائم تھیں اور قدیم ہند کی معاشرتی خرابیوں کی اصلاح میں ان اصول و اقدار نے کتنا حصہ لیا۔ مسلم حکومتوں نے علم و تعلیم، صنعت و حرفت اور فنونِ لطیفہ کی سرپرستی میں کس قدر دریا دلی سے کام لیا اور ان کے عہد میں تہذیب و ثقافت کو کتنا فروغ ہوا۔ ہندو دھرم کے بنیادی عقائد کو اسلام نے کس طرح متاثر کیا اور ان اثرات کی پیدا کردہ اسلامی تحریکوں نے عوامی زندگی اور مقامی معاشرے پر کیا اثر ڈالا۔ مسلمانوں کا دورِ عروج ختم ہونے کے بعد تجدید و اصلاح کے لیے کیا کیا کوششیں کی گئیں۔ شاہ ولی اللہ اور سید احمد خاں کی تحریکوں کے کیا کیا نتائج نکلے۔ اقبال نے مسلمانانِ ہند میں دینی و سیاسی بیداری پیدا کر کے کس منزل کی طرف ان کی رہنمائی کی اور قائدِ اعظم نے کس طرح مسلمانوں کو متحد و منظم کیا اور تحریکِ پاکستان کو کامیاب بنا کر مسلم ثقافت کی تاریخ میں ایک نئے اور درخشاں باب کا آغاز کیا۔

صفحات ۷۱۱ قیمت... ۴۵ روپے

ملنے کا پتا:

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور